

تفسیر المنار میں قصص قرآنی کی تعبیرات: ایک مطالعہ

A Study of Interpretations of Quranic Stories in *Tafsīr al-Manār*

Hafiz Muhammad Bilal

*Doctoral Candidate, University of Education, Lahore*

Mutih Ur Rehman

*Doctoral Candidate, University of Education, Lahore*

Atif Ali Siddiqui

*Doctoral Candidate, University of Education, Lahore*

**Abstract**

This article explores the interpretative approach of Allama Rashid Radha towards the Qur'anic narratives (Qasas al-Qur'an) in his renowned exegesis, Tafsir al-Manar. Diverging from traditional exegetical methods, Radha employs a rational and analytical framework to present these narratives in a manner that resonates with the modern intellect. While classical interpretations often emphasize historical details and rely heavily on transmitted reports, including Isra'iliyyat, Rida seeks to uncover the underlying wisdom, moral lessons, and universal messages within the stories. He interprets miracles and events not merely as supernatural occurrences but within the bounds of reason and scientific plausibility. This rationalist methodology not only avoids mythological tendencies but also enhances the ethical and practical relevance of the narratives for contemporary readers. The article highlights how Rashid Rida's approach redefines the purpose of Qur'anic stories—not as tales of the past, but as enduring sources of guidance and reflection.

**Keywords:**

Qur'anic Narratives, Tafsir al-Manar, Rashid Rida, Rational Interpretation, Islamic Exegesis, Isra'iliyyat, Qur'an and Modernity, Qur'anic Stories, Miracles in the Qur'an, Moral Lessons in the Qur'an

**تمہید**

محمد رشید رضا (1865ء-1935ء) ایک معروف عالم اور مفسر قرآن تھے، جن کا پورا نام محمد رشید بن علی رضا بن محمد شمس الدین بن سید بہاء الدین تھا۔ وہ اپنے والدین دونوں کی طرف سے اپنے نسب کو آل بیت سے منسوب کرتے تھے۔ ان کی پیدائش 27 جمادی الاولیٰ 1282ھ بمطابق 1865ء کو شام کے علاقے طرابلس کے قریب ساحلی بستی "قلمون" میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے طرابلس کے مدرسہ رشیدیہ میں حاصل کی، جو سلطنت عثمانیہ کے زیر انتظام تھا اور جہاں تعلیم ترکی زبان میں دی جاتی تھی۔ بعد ازاں وہ مدرسہ وطنیہ اسلامیہ سے منسلک ہو گئے جس کے پرنسپل شیخ حسین الجسر تھے۔ اس مدرسے میں عربی، ترکی، اور فرانسیسی زبانوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ مدرسہ بند ہونے کے بعد رشید رضا نے دوسرے مدارس سے علم حاصل کیا۔ ان کی زندگی پر دو شخصیات کا گہرا اثر رہا: شیخ حسین الجسر اور مفتی محمد عبدہ۔ رشید رضا تصوف کی طرف بھی مائل ہوئے اور انہوں نے امام غزالی کی احیاء العلوم کا مطالعہ کیا۔ رشید رضا، سید جمال الدین افغانی کی تحریروں سے بھی بہت متاثر ہوئے، خاص طور پر العروۃ الوثقی رسالے سے۔ 1314ھ میں سید جمال الدین افغانی کی وفات کے بعد، وہ مفتی محمد عبدہ سے علم حاصل کرنے کے لیے مصر منتقل ہو گئے۔ 1315ھ میں مصر آمد کے بعد، رشید رضا نے مفتی محمد عبدہ سے قرآن کی تفسیر کا مطالبہ کیا، جس کی ابتدا محرم 1317ھ میں ہوئی اور محرم 1323ھ تک سورۃ النساء کی آیت 125 تک مکمل ہوئی۔ مفتی محمد عبدہ کی وفات کے بعد، رشید رضا نے تفسیر المنار کی تکمیل جاری رکھی اور سورۃ یوسف کی آیت 52 تک مکمل کی۔ اس تفسیر کی تکمیل بعد میں "بہجت بیطار" نے کی۔ تفسیر المنار کو دنیا بھر میں علمی حلقوں میں مقبولیت ملی اور اسے بیسویں صدی کی نمایاں تفسیر میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ تفسیر مفسرین، علماء، اور دیگر علمی طبقے کو متاثر کرنے والی ایک اہم تصنیف رہی ہے۔<sup>1</sup>

**تفسیر کا تعارف**

رشید رضا نے تفسیر المنار کے مقدمہ میں تفسیر کے کچھ طریقے بیان کیے ہیں جس میں قرآن کے اسلوب اعراب، واقعات و قصص کا تتبع، غرائب القرآن، عبادات اور معاملات میں شرعی احکام کا جاننا، بنیادی عقائد، پند و نصائح اور اخلاق، اشارات باطنیہ (جو گمراہ کن عقائد پر مبنی ہیں) شامل ہیں اس کے بعد مراتب تفسیر کو بیان کیا گیا ہے کہ مفسر کو قرآن مجید کے الفاظ منفردہ، اسلوب اور انداز بیان طبع نوع انسانی کے بارے میں سنت الہیہ ہدایت انسانی کے لیے ضروری علم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی زندگیوں کے حالات سے مکمل واقفیت ہونا لازم ہے تفسیر المنار میں شیخ رشید رضا نے مفتی محمد عبدہ کے منہج سے ہٹ کر آیات کی تفسیر میں مروی صحیح روایات کو کثرت سے بیان کیا، علماء کا اختلاف، مفردات قرآن کی لغوی تحقیق بھی پیش کی ہے اگرچہ تفسیر میں وہ اپنے استاد کے منہج سے ہٹے ہیں لیکن دلائل کی قبولیت میں ان کا موقف اپنے استاد محمد عبدہ والا ہی تھا۔ شیخ محمد رشید رضا کی صوفیت سے سلفیت کی جانب اس ذہنی ارتقا اور سفر کے باوجود بعض سلفی علماء کا یہ کہنا ہے کہ ان میں سید جمال

الدین افغانی اور مفتی محمد عبدہ کی فکر کے کچھ اثرات ان کی وفات تک باقی رہے ان کا بھی اپنے استاد مفتی محمد عبدہ کی طرح یہی موقف تھا کہ اگر عقلی دلائل اور نقلی دلائل (قرآن و سنت) میں تعارض ہو تو عقل کو ترجیح ہوگی اور نقل کی ایسی تاویل کریں گے کہ وہ عقل کے مطابق ہو جائے<sup>2</sup> اس تفسیر میں ملی، معاشرتی، سیاسی عرب دنیا اور بین الاقوامی مسائل پر بھرپور انداز میں توجہ مبذول کی گئی ہے، مستشرقین کی جعل سازیوں اور عیاریوں کی بھی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار اوصاف سے یہ تفسیر متصف ہے، یہ تمام چیزیں قرآن کریم کے دعوتی اسلوب کو ابھارتی ہیں اور اسے رشد و ہدایت کی عظیم کتاب کی حیثیت سے پیش کرتی ہیں۔ مفتی عبدہ نے مفسرین کے روایتی انداز سے آگے بڑھ کر فہم قرآن کی راہیں باز کیں اور دنیائے تفسیر میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ اور ان کا پختہ یقین تھا کہ: انہ علی طریقة روحانیة عمرانیة یستدل بها علی ان القرآن فی کل عصر منبع السعادات الدینیة والدنیویة<sup>3</sup> یہ ایک شہری روحانی طریقہ پر مبنی ہے جو ثابت کرتا ہے کہ قرآن ہر دور میں دینی اور دنیاوی سعادت کا ذریعہ ہے۔

تفسیر المنار میں اسرائیلی روایات پر بھی تنقید کی گئی ہے، تابوت سکینہ کے بارے میں تفاسیر میں متعدد روایات جگہ پاگئی ہیں، اس تابوت کے بارے میں ایک اسرائیلی روایت یہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نازل ہوا، ظاہر ہے کہ اس میں صداقت کا شائبہ بھی نہیں ہے، یہود نے یہ تمام روایات اس لیے گڑھی ہیں تاکہ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جائے، خصوصاً تفاسیر قرآن میں بے معنی یہ تمام روایات اس لیے گھسائی گئی ہیں تاکہ قرآن کریم کے تئیں ان کے عقائد میں تزلزل پیدا ہوں، علماء یہود مستقلاً قرآن کریم کو ہدف تنقید بنائے ہوئے ہیں اور اسی طنز و تعریض کے ذریعہ اپنی قوم کو قرآن سے ہم کنار نہیں ہونے دیتے۔ اسرائیلیات کے سلسلے میں رشید رضا کا خیال ہے کہ یہ ہمارے نزدیک یکسر قابل اعتبار نہیں ہیں، واقعات و قصص کے باب میں ہمارے نزدیک صرف قرآن کریم معتبر و مستند ہے۔ رشید رضا نے ان مفسرین کو ناپسند کیا ہے جنہوں نے واقعات کے سلسلے میں اسرائیلی روایات سے استدلال کیا ہے اور انہیں قرآن کریم سے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔<sup>4</sup>

### تفسیر المنار میں قصص قرآنی کی تعبیرات

اسی اصول کو بنیاد بناتے ہوئے انہوں نے قرآن میں موجود بہت سے قصص بنی اسرائیل میں وارد ہونے والے معجزات کا انکار کیا اور اس کی کوئی عقلی تاویل بیان کی۔ ذیل میں چند قصص قرآنی بیان کئے جا رہے ہیں جن کی عقلی تاویل ہمیں تفسیر المنار میں ملتی ہیں۔

### واذ فرقنا بکم البحر

مفتی عبدہ کا موقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرح سمندر کا پھٹنا جو ہمارے علماء نے بیان کیا ہے یہ اللہ کی سنت کے خلاف ہے بسنن اللہ تعالیٰ فی الخلق واعتقاد انہا لا تتبدل ولا تتحول<sup>5</sup> پھر اپنا موقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

أن عبور بني إسرائيل البحر كان في إبان الجزر، فإن في البحر الأحمر رقارق إذا كان الجزر الذي عهد هناك شديدا يتيسر للانسان أن يعبر ماشيا ولما اتبعهم فرعون بجنوده ورأهم قد عبرها البحر تأثرهم وكان المد تفيض نوابه (وهي المياه التي تجيء عقب الجزر) فلما نجا بنو إسرائيل كان المد قد طغى وعلا حتى أغرق المصريين، و إذ فرقنا بكم البحر) ولم يقل: فرقنا لكم البحر: والظاهر أن الباء هنا للآلة كما تقول قطعت بالسكين: وأما قوله تعالى وأوحينا إلى موسى أن أضرب بعصاك البحر فان+فلق) فإنه لا ينافي أن

الانفلاق كان بهم كما في آية البقرة لا بالعصا ، وذلك أن الذي أوحاه الله تعالى إلى موسى هو أن يخوض البحر بنبي اسرائيل وقد عهد أن من كان بيده عصا إذا أراد الخوض في ماء كترعة أو نهر فانه يضرب الماء أولاً بعصاه ثم يمشى، فهذه الآية معبرة عن هذا المعنى أي ألهمة الله عند ما وصل إلى البحر أن يضرب به بعصاه و يمشى ففعل و مشى وراءه بنو اسرائيل يجمعهم الكبير، فانطلق بهم البحر . وأما قوله تعالى ( فكان كل فرق كالطود العظيم ) فهو تشبيهه معهود مثله في مقام المبالغة ، كقوله تعالى وهي تجري بهم في موج كالجبال ) وقوله (ومن آياته الجوار في البحر كالأعلام ) فالأمواج والسفن الجوارى لا تكون كالجبال الشاهق<sup>6</sup> مفسرين كما کہنا ہے کہ جب وہ اپنے ساتھ گروہوں کو عبور کرتے تھے، اور اپنی جلد بازی اور ایک دوسرے کے ساتھ رابطے کی وجہ سے، انہوں نے اس چمکتے پانی کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا جو دو دریاؤں کی طرح پھیلے ہوئے تھے، اور یہ آیت اس کا احساس کرتی ہے، کیونکہ اس میں کہا گیا ہے (اور جب ہم نے آپ کے ساتھ سمندر کو تقسیم کیا) اور یہ نہیں کہا: ہم نے آپ کے لیے سمندر کو تقسیم کیا: اور ایسا لگتا ہے کہ یہاں با آلے کے لیے ہے جیسا کہ یہ کہتا ہے: اسے چھری سے کاٹا گیا تھا: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ سمندر پر اپنی لاٹھی مارو وہ پھٹ جائے گا۔ ان کے ساتھ جدائی ہوئی جیسا کہ سورہ البقرہ میں ہے، یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو جو وحی کی تھی وہ بنی اسرائیل کے لیے تھی کہ جس کے پاس لاٹھی ہو۔ اگر وہ نہریا دریا جیسے پانی میں ڈوبنا چاہتا تو پہلے اپنی لاٹھی سے پانی کو مارتا اور پھر چلنا یہ آیت اس معنی کے ساتھ ہے یعنی جب وہ سمندر تک پہنچتا ہے تو اس پر الہام ہوتا ہے۔ اس کو اپنی لاٹھی سے مارنا اور چلنا، اس نے ایسا ہی کیا، اور بنی اسرائیل اس کے پیچھے چل پڑے، بڑے کے پاس جمع ہوئے، چنانچہ وہ چلا گیا۔ ان کے پاس سمندر ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس قول کا تعلق ہے (اور وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح تھا) تو یہ ایک مانوس تمثیل ہے، جو مبالغہ آرائی کے معاملے میں اس سے ملتی جلتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور یہ انہیں پہاڑوں کی طرح موجوں میں سے گزرنے کا سبب بنے گا۔ سمندر جھنڈوں کی طرح ہے لہریں اور گزرنے والے جہاز اونچے پہاڑوں اور جھنڈوں کی طرح نہیں ہیں کہ بنی اسرائیل نے سمندر عبور کیا کم جوار کے وقت، کیونکہ بحیرہ احمر میں لہریں آتی تھیں، اور اگر وہاں آنے والی نچلی لہر شدید ہوتی تو فرعون نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا اور دیکھا کہ سمندر اسے عبور کر چکا ہے۔ وہ حرکت میں آگئے اور جوار اس کی لہروں سے بہ رہا تھا (جو کہ جوار کے بعد آتا ہے) جوار اس قدر بلند ہوا کہ مصریوں کو غرق کر دیا، انعام حاصل ہوا۔ لہذا لہریں اور لڑھکتے ہوئے جہاز بلند و بالا پہاڑوں اور بلند جھنڈوں کی طرح نہیں ہیں، بلکہ فصاحت و بلاغت کا تقاضا ہے۔ سمندر جھنڈوں کی طرح ہے لہریں اور گزرنے والے جہاز اونچے پہاڑوں اور جھنڈوں کی طرح نہیں ہیں۔

### نزول من وسلوی کی تاویل

و انزلنا علیکم المن والسلوی

کہتے ہیں جو بھی اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس کو انزال کہتے ہیں اب لوہا آسمان سے تو نازل نہیں ہوتا بلکہ زمین کے اندر موجود ہوتا ہے لیکن اس کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وانزلنا الحديد اس کا مطلب ہے کہ ان کو بھی جو من و سلوی عطا کیا گیا وہ زمین کی ہی جنس سے کوئی چیز تھی ان بنی اسرائیل اكلوا المن أربعين سنة وأن طعمه كالرفاق بالعسل ؛ وكان لهم بدلا من الخبز وليس المراد أنه لم يكن لهم أكل سواہ إلا السلوی فقد كان معهم

المواشى ولكنهم كانوا محرومين من النبات والبقول<sup>7</sup> کہ بنى اسرائيل نے چالیس سال تک من کھایا اور اس کا ذائقہ ان کے لیے روٹی کے علاوہ نہیں تھا۔ جیسا کہ ان کے پاس مویشی تھے، لیکن وہ پودوں سے محروم تھے۔

بارہ چشموں کا جاری ہونا

(انفجرت منه اثنتا عشره عینا)

اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ وہ پتھر جس سے چشمے پھوٹے تھے وہ مخصوص پتھر تھا جس کے اندر یہ صفات موجود تھیں اور اس کے بارے میں کہتے ہیں أن الحجر الذي ضرب فتفجرت منه المياہ حجر مخصوص له صفات تمیزه عندہم ككونه صلباً أو عظيماً تتسع مساحته لتلك العيون ويصلح أن تكون منه موارد لتلك الأمم أو كونه يقع تحت أعينهم منفرداً عن غيره ليس في محلثهم سواہ۔ کہ وہ پتھر جس پر مارا گیا تھا اور اس سے پانی نکلا تھا، اس کی خصوصیات ان کے مطابق ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ٹھوس یا عظیم ہے اور اس کا رقبہ ان آنکھوں کے لیے پھیلتا ہے اور یہ اس کے لیے موزوں ہے کہ وہ ان قوموں کے لیے وسائل ہوں، یا یہ کہ یہ ان کی نظروں میں دوسروں سے الگ ہو جائے اور ان کی جگہ کوئی دوسرا نہ ہو۔ ان کے مطابق وہ مخصوص پتھر تھا جس سے پانی نکلتا ہے چونکہ وہ ان کی آنکھوں سے اوچھل تھا لہذا انہوں نے اسے معجزہ سمجھا

رفع طور

رفع طور کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ طور کو ان کے سروں پر لاکر بلند کر دیا تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح آدمی زمین پر کھڑا ہو اس کو پہاڑ اپنے سے اونچا نظر آتا ہے اسی طرح کوہ طور ان سے بلند تھا تو اس کو تمثیلاً یہاں یہ ذکر فرمایا: ان الله تعالى ظلل بنى اسرائيل بالطور<sup>8</sup> بے شک اللہ تعالیٰ نے بنى اسرائيل پر طور کا سایہ کیا تھا کہ طور کا پہاڑ ان کے سروں پر لاکر بلند کر دیا جیسا کہ ہمارے روایت پسند مفسرین نے فرمایا ہے: قال الاستاذ الامام: لاجحة لنا في فهم كتاب الله إلى غير ما يدل عليه بأسلوبه الفصيح فهو لا يحتاج في فهمه إلى إضافات ولا ملحقات، وقد ذكر لنا مسألة رفع الطور فوق بنى اسرائيل ولم يقل إنه أراد بذلك الاكراه على الإيمان، وانما حكى عنهم في آية أخرى أنهم ظنوا أنه واقع بهم فقد قال تعالى في سورة الاعراف (و إذا ننقنا الجبل فوقهم كأنه ظلة وظنوا أنه واقع بهم خذوا ما آتيناكم بقوة واذكروا ما فيه لعلكم تتقون) والنتق الزعزعة والهز وال جذب والنفض وبتق الشيء ينتقه و ينتقه - من بالي ضرب ونصر - نتفاً جذبه واقتلعه وقد يكون ذلك في الآية بضرب من الزلزال كما يدل عليه التعبير بالنتق وهو في الأصل بمعنى الزعزعة والنفض والمفهوم من أخذ الميثاق أنهم قبلوا الإيمان وعاهدوا موسى عليه . فرفع الطور وظنهم أنه واقع بهم من الآيات التي رأوها بعد أخذ الميثاق<sup>9</sup> استاد الامام نے کہا: کتاب الہی کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے جو فصیح طریقے سے ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اس کے فہم میں کسی اضافے یا ضمیمہ کی ضرورت نہیں ہے۔ بنى اسرائيل، اور اس نے یہ نہیں کہا کہ اس کا ارادہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرنا تھا، بلکہ اس نے ایک دوسری آیت میں ان کے بارے میں کہا کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ان پر پڑے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں فرمایا جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر گرا دیا تو وہ ایک سانبان ہے اور وہ سمجھتے تھے کہ وہ ان پر گرے گا کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے لے لو۔ اور

یاد رکھو کہ اس میں کیا ہے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔ اور توڑنا، ہلانا، کھینچنا، اور کسی چیز کو توڑنا، مارنا اور فتح۔ توڑنا، اسے نکالنا اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا۔ یہ آیت میں ایک قسم کا زلزلہ ہو سکتا ہے، جیسا کہ plucking سے ظاہر ہوتا ہے، جس کا اصل مطلب ہلانا ہے۔ اور اس چیز کا تذکرہ کہ "طور" کو ان پر بلند کر کے ان کو ایمان لانے پر مجبور کرنا یہ اللہ رب العزت کی سنت کے خلاف ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے "لا اکراہ فی الدین" دین میں جبر نہیں ہے اور ایک جگہ پر فرمایا افانت تکره الناس حتی یکنوا موئین کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔

### قرۃ حاسین

روی ابن جریر وابن ابی حاتم عن مجاہد أنه قال : ما مسخت صورهم ولكن مسخت قلوبهم فمثلوا بالقرۃ كما مثلوا بالحمار في قوله تعالى مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل أسفارا ومثل هذا قوله تعالى وجعل منهم القرۃ والخنزير وعبد الطاغوت<sup>10</sup> ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد کی روایت سے کہا: تم نے ان کی تصویریں مسخ نہیں کیں، بلکہ ان کے دلوں کو مسخ کیا، اس لیے انہیں بندروں سے مسخ کر دیا گیا جس طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گدھے سے مسخ کیا گیا تھا۔ جنہوں نے تورات اٹھائی وہ سیکھے۔ وہ اسے کتابیں اٹھائے ہوئے گدھے کی طرح اٹھاتے ہیں۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (اور اس نے ان سے بندر اور سور بنائے اور ظالم کے بندے) اور بدکاری ہے۔ رشید رضا اپنے استاد کی یہ دلیل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حقیقت میں وہ اللہ رب العزت کی سنت کے مطابق جیسے انسان ہوتے ہیں ویسے ہی تھے ان کی شکلیں یا جسم تبدیل نہیں ہوا تھا بلکہ ان کی عادات اور خصائل یہ تبدیل ہوئے تھے انہ لیس فی تفسیر الایۃ حدیث مرفوع الی النبی نص فیہ علی کون ما ذکر مسخا لصورهم واجسادهم وقد ذکر الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ قول مجاہد فی ان المسخ معنوی و قول الاخرین انه صوری ثم قال والصحیح انه معنوی صوری<sup>11</sup> اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کی صورتیں تبدیل نہیں ہوئی تھی بلکہ ان کے دل تبدیل ہوئے تھے اور اس بارے میں دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی حدیث مرفوع ثابت نہیں ہے کہ ان کی صورتیں اور ان کے جسم مسخ ہوئے تھے اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ یہ مسخ معنوی تھا اور دوسروں نے قول نقل کیا ہے کہ یہ صوری مسخ تھا پھر رشید رضا کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ معنوی صوری تھا۔

### گائے کے واقعہ میں مردہ کا زندہ ہونا

بنی اسرائیل کا ایک مشہور واقعہ جس کے نام پر قرآن پاک کی ایک مکمل سورت سورہ بقرہ بھی موجود ہے کا تذکرہ رشید رضا ان الفاظ میں کرتے ہیں: فقلنا اضربوه ببعضها كذلك يحيى الله الموتى وبقيل ما يكتمون . و يروون في هذا الضرب روايات كثيرة . قيل إن المراد اضربوا المقتول بلسانها وقيل بفضدها وقيل بذنبها ... وقالوا إنهم ضربوه فعادت إليه الحياة وقال : قتلني أخي أو ابن أخي فلان الخ ما قالوه ، والآية ليست نصا في مجمله فكيف بتفصيله . والظاهر مما قدمنا أن ذلك العمل كان وسيلة عندهم للفصل في الدماء عند التنازع في القتال إذا وجد القتل قرب بلد ولم يعرف قاتله ليعرف الجاني من غيره ، فمن غسل يده وفعل ما رسم لذلك في الشريعة برىء من الدم ومن لم يفعل ثبتت عليه الجنابة، ومعنى إحياء الموتى على هذا حفظ

الدماء التي كانت عرضة لأن تسفك بسبب الخلاف في قتل تلك النفس أي يحببها بمثل هذه الأحكام . وهذا الإحياء على حد قوله تعالى ومن أحيها فكنأما أحيأ الناس جميعا ) وقوله (ولكم في القصاص حياة ) فالإحياء هنا معناه الاستبقاء كما هو المعنى في الآيتين<sup>12</sup> اس آيت كى تفسير بيان كرتے ہوئے روايتى مفسرين كہ اس قول كى ترديد كرتے ہیں كہ انہوں نے گائے كا ايك حصہ اس مقتول كو مارا جس سے وہ زندہ ہو گیا كہتے ہیں اس كى كوئى حقيقت نہیں ہے بلکہ یہ لاش جس علاقے كے قريب سے ملی تھی اس علاقے كے لوگوں كو اس كى ديت دينا تھی يا قصاص ليكن جرم ثابت نہ ہونے كى وجہ سے اپنى اختلاف سے كافى سارا خون بہ جاتا لہذا اس خون كے بہانے سے بچنے كو یہاں پہ زندگى سے تعبیر كيا گیا ہے

**ثم بعثناكم من بعد موتكم**

ان المراد بالبعث هو كثرة النسل<sup>13</sup> اس آيت كى تفسير میں رشيد رضا كہتے ہیں كہ ان كے دوبارہ مر جانے كے بعد ان كو زندہ نہیں كيا گیا بلکہ اس سے مراد یہ ہے كہ ان كى نسل میں اضافہ كر ديا گیا اور تاريخ سے بھی یہ بات ثابت ہے كہ ان كى تعداد ان كى نسل میں بہت زيادہ ہو گئی تھی

### قصہ ہاروت وماروت

اس قصہ كے بارے میں ان كا اساس یہ ہے كہ فرشتوں كا نزول نہیں ہوا اور ملك سے مراد نبى يا كوئى نيك بندہ ہو گا۔ قيل ان المراد بهما داود و سليمان عليه السلام<sup>14</sup> قيل بل هما رجلان صاحبا وقار وسمت فشيها بالملائكة<sup>15</sup> ان لوگوں كے امام ہونے اہليت اور بلند مرتبہ ہونے كى وجہ سے ان كو ملك كہا گیا ہے كيونكہ ان میں نيك صفات تھیں وقال الأستاذ الامام : لعل الله تعالى سماهما ملكين ( بفتح اللام) حكاية لاعتقاد الناس فيهما وأجاز أيضا كون إطلاق لفظ الملكين عليهما مجازاً كما قال بعض المفسرين . قال تعالى في اليهود ( يعلمون الناس السحر وما أنزل على الملكين ببابل ( والظاهر من العطف أن ما أنزل عليهما هو غير السحر ضم إليه لأنه من جنسه في كون تعليمه سيئة مذمومة أو هو النغار الاعتبار أو النوع . وليس معنى الانزال عليهما أنه وحى من الله كوحية الانبياء فيشكل عده من الشر والباطل الذى يذم تعلمه ، فان كلمة أنزل تستعمل في مواضع الاصلية بينها و بين وحى الأنبياء . قالوا : أنزلت حاجتي على كريم ، وانزل لى عن هذه الأبيات<sup>16</sup> استاد امام نے كہا تھا: شاید اللہ تعالٰی نے لوگوں كے عقيدے كى وجہ سے ان كو دو فرشتے كہا ہو۔ ان میں اس نے اس حقيقت كى بھی اجازت دى كہ لفظ "دو فرشتے" ان كے ليے استعمال كيا گیا تھا۔ استعاراتى طور پر جيسا كہ بعض مفسرين نے كہا ہے۔ خدا تعالٰی نے يهوديوں كے بارے میں فرمايا (وہ لوگوں كو جادو سكھاتے ہیں اور جو بابل میں دو فرشتوں پر نازل كيا گیا تھا) اور جو كچھ اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے كہ ان پر جادو كے علاوہ جو كچھ نازل كيا گیا تھا وہ اس میں شامل كيا گیا تھا كيونكہ یہ اپنى نوعيت كا ہے۔ اس میں اس كى تعليم برى اور قابل مذمت ہے يا ان پر وحى كا معنى یہ نہیں ہے كہ یہ اللہ كى طرف سے وحى ہے جيسا كہ انبياء عليهم السلام كى تعليم ہے۔ قابل مذمت لفظ اس كے اور انبياء كے نزول كے درميان تعلق كى جگہوں پر استعمال ہوتا ہے۔ انہوں نے كہا: میں نے كريم پر اپنى حاجت ظاہر كى، اس نے مجھ پر یہ آيات نازل كى:

**اذ قال الله يعيسى انى متوفيك ورافعك الى ومطهرك من الذين كفروا**

التوفى في اللغة اخذ الشئ وفيما تاما استعمل بمعنى الامانة قال الله تعالى يتوفى الانفس حين موتها

فالمبتادر في الآية: اني مميتك و جاعلك بعد الموت في مكان رفيع عندى كما قال في ادريس عليه السلام (ورفعناه مكانا عليا)

جیسا کہ شہداء کے بارے میں فرمایا: احياء عند ربهم يرزقون رشيد رضا ان دلائل کے ساتھ ان لوگوں کا رد کرتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان کی جانب روح مع الجسم اٹھائے جانے کی بات کی ہے انہوں نے کلام الہی کے ظاہر کو تبدیل کیا ہے اور اس میں جو ترتیب کا ذکر ہے موت، اٹھانا، اور پاک کرنا یہ ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول یہ خبر واحد کی بات ہے اور یہ غیب کی خبر ہے۔ والامور الاعتقادية لا يوخذ فيها الا بالقطعي لان المطلوب فيها هو اليقين وليس في الباب حديث متواتر<sup>17</sup>

### بل رفعه اللہ الیہ

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد روح اور جسم کے ساتھ یا فقط روح کے ساتھ آسمانوں کی جانب اٹھانا نہیں ہے لوگوں نے اس سے مراد روح اور جسم کے ساتھ اٹھانا لیا ہے اور دلیل معراج والی حدیث دی ہے اور آسمانوں پر حضرت عیسیٰ سے ملنے کو دلیل بنایا ہے تو اس طرح پھر حضرت یحییٰ اور دیگر انبیاء سے بھی جو آسمانوں پر ملاقات ہوئی اس کی کیا دلیل دیں گے۔۔۔؟ رفع سے مراد تعظیم ہے۔۔۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا (انی ذاهب ال ربی) حالانکہ وہ عراق سے شام کی طرف جا رہے تھے پھر بھی انہوں نے رب کی طرف جانے کا کہا کیونکہ وہ رب کے حکم پر اور اس کی رضامندی کے لیے وہاں پر جا رہے تھے اسی طرح رفع سے مراد ایسی جگہ جہاں اللہ کے سوا کوئی حکومت نہ کر سکے اس سے مراد بھی عظیم مرتبے کا ماننا ہے<sup>18</sup> وما قتلوه يقينا أى وما قتلوا . عيسى ابن مريم قتلا يقينا أو متيقنين أنه هو بعينه لأنهم لم يكونوا يعرفونه حق المعرفة . وهذه الأناجيل المعتمدة عند النصارى تصح بأن الذي اسلمه إلى الجند لأنه ألقى عليه شبهه . فالذي لا خلاف فيه هو أن الجنود ما كانوا يعرفون شخص المسيح معرفة يقينية . وقيل إن الضمير في قوله تعالى ( وما قتلوه يقينا ) للعلم الذي نفاه عنهم ، والمعنى ما لهم به من علم لكنهم يتبعون الظن وما قتلوا العلم يقينا وروى عن ابن عباس أنه راجع إلى الظن الذي يتبعونه قال « لم يقتلوا ظنهم يقينا » رواه ابن جرير أى انهم يتبعون ظنا غير محص ولا موقى أسباب الترجيح والحكم التي توصل إلى العلم ، وقد اختلفت رواية المفسر بن المأثور في هذه المسألة لأن عمدتهم فيها النقل عمّن أسلم من اليهود والنصارى وهؤلاء كانوا مختلفين مالهم به من علم يقيني انہوں نے یقیناً اسے قتل نہیں کیا، یعنی اسے قتل نہیں کیا۔ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو یقین یا یقین کے ساتھ قتل کیا کہ یہ وہی تھا کیونکہ وہ اسے اچھی طرح سے نہیں جانتے تھے۔ یہ انجیلیں، جو عیسائیوں کی طرف سے منظور شدہ ہیں، اعلان کرتی ہیں

کیونکہ اس نے اپنی مثال اس پر ڈالی تھی۔ جو بات متنازعہ نہیں ہے وہ یہ ہے کہ سپاہیوں نے مسیح کی شخصیت کو یقین سے نہیں جانا تھا۔ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول (اور انہوں نے اسے یقینی طور پر قتل نہیں کیا) میں اسم ضمیر اس علم کی وجہ سے ہے کہ اس نے ان کا انکار کیا اور معنی یہ ہے کہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں تھا لیکن وہ گمان کی پیروی کرتے ہیں علم کو یقین اور تصدیق کے ساتھ قتل نہیں کیا، بلکہ وہ ان شبہات پر مطمئن تھے جن میں وہ بھڑک اٹھے تھے، کہا جاتا ہے کہ تم نے اس چیز کو علم اور معلومات سے مار ڈالا۔ ابن عباس کی روایت سے ہے کہ وہ اس شبہ کی پیروی کرتے ہیں، انہوں نے کہا: "انہوں نے اپنے شک کو

یقین کے ساتھ نہیں مارا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیر مقلد کی پیروی کرتے ہیں۔" اور غیر ثابت شدہ شبہ، اسباب اور احکام جو علم کی طرف لے جاتے ہیں، اور تفسیر بالماثور کی روایات میں اس مسئلہ پر اختلاف ہے کیونکہ ان کی اصل توجیہ یہود و نصاریٰ کی طرف سے تھی جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا

انی متوفیک<sup>19</sup>

روی ابن عباس التوفی سے مراد الاماتۃ ہے

جریج نے اس سے مراد الاخذ والقبض لیا ہے

قصة الصلب ليس لها سند متصل الى الافراد الذين رويت عنهم

### نزول مسیح اور ظہور دجال

حضرت عیسیٰ کے نزول کے بارے میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان القرآن لم یثبت لنا هذه المسألة<sup>20</sup> اور دجال کے بارے میں ایک سوال کے جواب پر کہتے ہیں: وسئل عن المسيح الدجال وقتل عیسیٰ له فقال: إن الدجال رمز للخرافات والدجل والقبائح التي نزول بتقرير الشريعة على وجهها والأخذ بأسرارها وحكمها. وان القرآن أعظم هاد إلى هذه اس سے دجال اور عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا: دجال تو ہم پرستی، فریب اور بد صورتی کی علامت ہے جسے شریعت کو اس کی حقیقی شکل میں قائم کرنے اور اس کے راز و احکام کو اپنانے سے دور کیا جائے گا۔ اور قرآن اس کے لیے سب سے بڑا ہنما ہے۔

### خلاصہ بحث

علامہ رشید رضا نے اپنی تفسیر المنار میں قصص قرآنی کی عقلی تعبیرات پیش کرتے ہوئے روایتی تفسیری انداز سے اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے مروجہ تفسیری رجحانات سے ہٹ کر عقلی اور استدلالی طریقہ کار اپنایا تاکہ قرآن کے پیغام کو جدید ذہن کے لیے قابل فہم بنایا جاسکے۔ روایتی تفسیری طرز میں قصص قرآنی کو زیادہ تر تاریخی اور روایتی کہانیوں کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، جن میں اکثر مروی روایات اور اسرائیلیات کا بڑا حصہ ہوتا تھا۔ تاہم، رشید رضا نے ان قصص کو سادہ تاریخی واقعات کے بجائے ان کی حقیقی روح اور حکمت کو اجاگر کرنے کے لیے عقلی دلائل کی روشنی میں بیان کیا۔ رشید رضا نے ان قصص میں موجود معجزات اور واقعات کی ایسی تعبیرات پیش کیں جو سائنسی اور منطقی دائرہ کار میں آتی تھیں، تاکہ دور جدید کے قاری کے لیے قابل قبول ہوں۔ انہوں نے قصص کے تاریخی اور اساطیری پہلوؤں سے اجتناب کرتے ہوئے ان کی اہمیت کو اخلاقی اور عملی سبق کے طور پر پیش کیا۔ ان کی نظر میں قصص قرآنی کا اصل مقصد لوگوں کو نصیحت اور رہنمائی فراہم کرنا ہے، نہ کہ محض ماضی کی داستانوں کو دہرانا۔

### کتابیات

- 1- محمد رشید رضا، تفسیر المنار (قاہرہ: المطبعة المصریہ، 1947ء) 1:316
- 2- ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، تحریک تجدد اور متحد دین، لاہور۔ دار الفکر الاسلامی 2017
- 3- ابوسفیان اصلاحی۔ "تفسیر المنار، جلد اول: تحلیل و تجزیہ۔" مجلہ علوم القرآن (خصوصی اشاعت: مقالات سیمینار: قرآنی علوم بیسویں صدی میں)، ادارہ علوم القرآن، سرسید نگر، علی گڑھ، جنوری 2004- دسمبر 2005

حوالہ جات

- 1 الملخص از ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، تحریک تجدد اور متجددین، لاہور۔ دار الفکر الاسلامی 2017، 33 تا 35
- 2 37 ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، تحریک تجدد اور متجددین
- 3، ابوسفیان اصلاحی۔ "تفسیر المنار، جلد اول: تحلیل و تجزیہ۔" مجلہ علوم القرآن (خصوصی اشاعت: مقالات سیمینار: قرآنی علوم بیسویں صدی میں)، ادارہ علوم القرآن، سرسید نگر، علی گڑھ، جنوری 2004- دسمبر 2005۔ 264
- 4 ابوسفیان اصلاحی۔ "تفسیر المنار، تحلیل و تجزیہ معارف مجلہ تحقیق (جنوری-جون 2011): 125
- 5 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ قاہرہ: المطبعة المصرية، 1947، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 315
- 6 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 1: 316
- 7 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 1: 323
- 8 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 1: 340
- 9 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 1: 341
- 10 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 1: 344
- 11 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 1: 345
- 12 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 1: 351
- 13 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 1: 322
- 14 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 1: 402
- 15 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 1: 402
- 16 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 1: 402
- 17 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 3: 316
- 18 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 6: 20
- 19 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 3: 316
- 20 محمد رشید رضا، تفسیر المنار۔ 6: 21